مفقود الخبر (گم شدہ/ لاپتا شخص) کے انتظار کی مدت کیا ہے؟

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مفقود الخبر کو میراث ملنے کے حکم میں احناف کا راجح قول ۹۰ سال کا انتظار ہے؟ یا حاکم اس کی موت کا فیصلہ کردے تو جس وقت سے غائب ہوا، اُس وقت سے اُسے مردہ سمجھ کر اس کے بعد مرنے والے مورث کا حصہ اس کو نہیں ملے گا؟ کون سا حکم لگایا جائے گا؟

ہمارے استاذ صاحب کے بقول جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ ہے کہ وہاں سے ۶۰ سال کی مدت کا فتویٰ دیا گیا ہے اور اس مسئلے میں امام مالکؒ کا قول بھی ۹۰ سال کا ہے، جیسا کہ ''رد'' میں مذکور ہے۔ کیا اس مسئلے میں مفقود الخبر کی زوجہ کی مدت میں امام مالکؒ کے قول کو لیا جاسکتا ہے؟ نیز ازراہِ کرم ساٹھ سال کے قول کی دلیل بھی ضرور بتلادیں، شکریہ، جزاک اللہ!

مستفتی: عزیز بن یعقوب، کلفٹن، کراچی

الجواب حامدًا و مصليًا

واضح رہے کہ مفقود الخبر (گم شدہ/ لاپتا) شخص کی میراث سے متعلق متقدمین احناف، مالکیہ اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اس کی عمر کے ۹۰ سال تک انتظار کیا جائے گا اور اس کے بعد بھی اس کی خبر نہ ہو تو اس کی میراث تقسیم کردی جائے گی۔

بعض حضرات نے اس کے شہر کے، اس کے ہم عصر و ہم عمر لوگوں کا اعتبار کیا ہے کہ جب وہ سب فوت ہوجائیں تو پھر اس کو بھی مردہ تصور کیا جائے گا۔ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ''أعمار امتي ما بين الستين إلى السبعين'' کو لیتے ہوئے ستر سال کا قول اختیار کیا ہے۔ البتہ متأخرین نے ساٹھ سال

کے قول کو ترجیح دی ہے، لیکن مفقود (گم شدہ/ لا پتا شخص) کی بیوی کے نکاح کے بارے میں علماء مالکیہ کا قول میراث کے حکم سے مختلف ہے۔ اس بارے میں ان کا قول چار سال کا ہے، یعنی چار سال انتظار اور تلاش کے بعد مفقود (گم شدہ/ لا پتا شخص) کی بیوی کے مطالبہ پر عدالت ان کا نکاح فسخ کر سکتی ہے اور ماضی قریب کے ہمارے اکابر اور علمائے احناف نے اسی کو اختیار کرتے ہوئے اس پر فتویٰ دیا ہے اور اس کا ایک طریقہ کار وضع کر دیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اس لا پتا شخص کی بیوی قاضی کے پاس دعویٰ پیش کرے اور اس کے ساتھ تا حال اپنے نکاح کو ثابت کرے، اس کے بعد اپنے شوہر کے مفقود (لا پتا) ہونے کو ثابت کرے، پھر قاضی اس کے شوہر کی تلاش کا حکم دے، حتی الامکان جہاں جہاں ممکن ہو، وہاں تلاش کروائے۔ جب قاضی اس کے ملنے سے بالکل نا اُمید ہو جائے تو عورت کو چار سال کی مہلت دے، اگر ان چار سالوں میں بھی اس کی کوئی خبر نہ آئے تو عورت دوبارہ درخواست دے کر نکاح فسخ کروالے اور شوہر کو مردہ تصور کر کے عدتِ وفات چار ماہ دس دن گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

مزید چار سال کے انتظار کا حکم اس وقت ہے جب عورت کے لیے نفقہ اور گزارہ کا بھی انتظام ہو اور عفت وعصمت کے ساتھ یہ مدت گزارنے پر قدرت بھی ہو۔ اگر اس کے نفقہ وغیرہ کا انتظام نہ ہو تو جب تک انتظار کر سکتی ہے، کرے، جس کی مدت ایک ماہ سے کم نہ ہو۔ اس کے بعد عدالت سے فسخِ نکاح کے لیے رجوع کرے اور اگر نفقہ وغیرہ کا تو انتظام ہے، لیکن بغیر شوہر کے رہنے میں عفت وعصمت کا خطرہ ہے تو پھر سال بھر صبر کرنے کے بعد قاضی کی طرف جائے اور مفقود کے ساتھ اپنے نکاح اور پھر اس کے غائب ہونے کو ثابت کرے کہ وہ اتنی مدت سے غائب ہے اور اس نے اس کے لیے نہ نان نفقہ چھوڑا ہے اور نہ کسی کو نفقہ کا ضامن بنایا۔ اور عفت کی صورت میں قسم کھائے کہ میں شوہر کے بغیر عفت قائم نہیں رکھ سکتی۔

جب اِثبات اور اِشہاد (یعنی شوہر کے لا پتہ ہونے کا ثبوت اور اس پر گواہی) کا یہ عمل مکمل ہو جائے تو قاضی عورت کو کہہ دے کہ میں نے تمہارا نکاح فسخ کیا یا شوہر کی طرف سے طلاق دے دی، یا خود عورت کو اختیار دے دے کہ وہ اپنے آپ کو طلاق واقع کرے، جب وہ اپنے آپ پر طلاق واقع کر دے تو قاضی اس طلاق کو نافذ کر دے اور عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''اس صورت میں عورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ عدالت میں دعویٰ تفریق بوجہ مفقود الخبری شوہر دائر کرے، حاکم بعد تحقیقات ایک سال کی مدت انتظار کے لیے مقرر کر دے، اگر اس عرصہ میں زوجِ غائب نہ آئے تو نکاح فسخ کر دے، تاریخِ فسخ سے عدت گزار کر دوسرا نکاح

کرلے۔ ایک سال کی مدت مقرر کرنا ضروری ہے، ذرائعِ رسل ورسائل کا وسیع ہونا اس شرط کے خلاف نہیں ہے، اور نہ ذرائع کی وسعت اس امر کو لازم ہے کہ گم شدہ شوہر کا پتا معلوم ہوجائے کہ وہ زندہ ہے کہ نہیں، آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے متعلق معلوم کرنے کے لیے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ تمام ذرائع استعمال کرلیے جاتے ہیں اور فیصلہ کرلیا جاتا ہے، لیکن بعد میں فیصلہ غلط ہوتا ہے، غرض یہ کہ ایک سال کی مدت اس مصلحت کے لیے ہے کہ امکانی حد تک شوہر کے متعلق کسی نتیجہ پر پہنچا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔‘‘

اور اگر دوسری شادی کے بعد پہلا شوہر لوٹ آئے تو مذکورہ خاتون کا نکاح اس کے پہلے شوہر سے بدستور قائم رہے گا، دوسرے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح خود بخود باطل ہوجائے گا، اس لیے دوسرے شوہر سے فوراً علیحدگی لازم ہوگی اور اگر اس خاتون کی دوسرے نکاح کی رخصتی بھی ہوگئی ہو تو پہلے شوہر کو اس کے ساتھ صحبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا، جب تک وہ دوسرے شوہر کی عدت پوری نہ کرلے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

’’(ولا يفرق بينهٗ وبينها ولو بعد مضي أربع سنين) خلافًا لمالكؒ . وفي الرد: (قوله: خلافًا لمالكؒ) فإن عندهٗ تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين، وهو مذهب الشافعي القديم وأما الميراث فمذهبهما كمذهبنا في التقدير بتسعين سنة، أو الرجوع إلى رأي الحاكم.‘‘ (فتاویٰ شامی، ج:۴،ص:۲۹۵،سعید)

’’(قوله: على المذهب) وقيل بقدر تسعين سنة بتقديم التاء من حين ولادته واختارهٗ في الكنز، وهو الأرفق هداية وعليه الفتوى ذخيرة، وقيل بمائة، وقيل بمائة وعشرين، واختار المتأخرون ستين سنة واختار ابن الهمام سبعين لقولهٖ عليه الصلاة والسلام: ’’أعمار أمتي ما بين الستين إلى السبعين‘‘ فكانت المنتهى غالبًا.‘‘ (فتاویٰ شامی، ج:۴،ص:۲۹۶،سعید)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے حضرت تھانویؒ کی کتاب ’’حیلۂ ناجزہ‘‘۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد شفیق عارف	محمد حذیفہ رحمانی
		دارالافتاء

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن